NOT FOR SALE

Communism & Christianity

اِشتراکیت اور مسیحیت

Rev. Amos Masih

مصنّفہ

پادری برکت اللہ صاحب ایم۔اے

یہ وہ ایڈریس ہے جو پادری صاحب نے انجمن احمدیہ لاہور کی کانفرنس مذاہب منعقدہ دسمبر ۱۹۳۷ء میں پڑھ کر سنایا۔ اور جسے بغرض منفعتِ عامّہ

اُخوّت اِندریاسیّہ پنجاب۔ لاہور

نے شائع کیا

۱۹۳۸ء

قیمت ۱ر

بار اوّل ۱۰۰۰

مصنفہ

پادری برکت اللہ صاحب ایم۔ اے

(۱)

فی زمانہ بے روزگاری کے مسئلہ نے ہندوستان کی توجہ اپنی طرف ایسی جذب کرلی ہے۔ کہ لوگ کسی اور مسئلہ کی جانب توجہ ہی نہیں دیتے۔ جدھر آنکھ اٹھاؤ بے روزگاروں اور بےکاروں کی قطار در قطار نظر آتی ہے۔ ہر طرف سے ایک ہی صدا کانوں میں پڑتی ہے۔ "گرچہ خورد بامداد فرزندم" "ہائے روٹی" کی چیخ و پکار کے سامنے، دنیا کا ہر قسم کا شور اور غل مدھم پڑگیا ہے۔ دورِ حاضرہ میں کسی شخص کے لئے اور بالخصوص تعلیم یافتہ طبقہ کے لئے کوئی ایسا امر دلچسپی کا باعث نہیں ہوتا۔ جس کا تعلق روٹی کے ساتھ نہ ہو۔ ہندوستان کی موجودہ سیاسیات میں اقتصادیات کو اس قدر اہمیت دی گئی ہے۔ کہ مذہبی اصول اور دینیات تک کو اس کے تحت کردیا گیا ہے۔ اور اُن کو ذریعۂ معاش بنا دیا گیا ہے۔ مختلف مذاہب کے پیرو اپنے اپنے مذہب کی آڑ میں اپنے ذاتی اغراض و مقاصد کو پورا کرکے اس مقولہ پر عمل کررہے ہیں۔ کہ "ایمان برائے طاعت و مذہب برائے جنگ" جس کا نتیجہ یہ ہوگیا ہے۔ کہ فرقہ وارانہ شعلوں نے کشمیر بے نظیر سے لے کر راس کماری تک ہندوستان بھر میں آگ

لگا دی ہے۔ اور ہندوستان جو تیس سال پہلے دارالامان تھا۔ اب
باہمی نزاع اور نفاق کی وجہ سے دارالحرب بن گیا ہے۔ اندریں حالات
دَورِ حاضرہ کے نوجوان جن کے آباؤ اجداد خُدا اور مذہب کے نام پر مر مٹنا
سعادتِ دارین کا موجب سمجھتے تھے۔ وہ مذہب کے نام سے نہ صرف
بیزار دکھائی دیتے ہیں۔ بلکہ مذہبی مباحث اور دینی مشاغل سے متنفر
ہو کر اُن سے کوسوں دُور بھاگتے ہیں۔ اُن کی نظریں مشرق کے انبیا
اور ہندوستان کے اولیا کی طرف سے ہٹ کر رُوس کی جانب لگی ہیں
جہاں سے بے روزگاری زمانۂ ماضی کی داستانِ پارینہ ہو چکی ہے۔ اور
اشتراکیت نے مصنوعی درجہ بندیوں کو مٹا کر ہر ایک شخص کے لئے
روٹی۔ تعلیم۔ رہائش اور آسائش کا انتظام کر کے مواسات کو عالمِ امکان
سے عالمِ وجود میں لا کر پردۂ شہود پر رونما کر دیا ہے۔ اور اب ہر
روشن خیال شخص یہ سوال پوچھتا ہے۔ کہ اگر اشتراکیت نے روس
جیسے پس ماندہ ملک میں بیس سال کے اندر اعجازی کرشمے دکھا کر انقلاب
برپا کر دیا ہے۔ تو کیا ہندوستان کے لئے اشتراکیت کا قیام اُس کے
اقتصادی مسائل کے لئے نفع بخش نہیں ہوگا؟ ہندوستان کے کروڑوں
باشندوں کے لئے یہ سوال زندگی اور موت کا سوال ہو گیا ہے۔

(۲)

اگر بنظرِ تعمق دیکھا جائے۔ تو اقتصادی معتقدات اور موجودہ
حالات کے اندر فساد کی جڑ تقابل اور Competition
ہے۔ ہماری اقتصادی عمارت مقابلہ کی بُنیاد پر قائم کی گئی
ہے بس ؎

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

مقابلہ کی رُوح کی یہ خصوصیت ہے۔ کہ ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ دوسروں کو جائز و ناجائز طریقوں سے پچھاڑ کر خود آگے بڑھے۔ پس موجودہ اقتصادیات اُس دوڑ کی مانند ہے جس میں ہر شخص اسی سر توڑ کوشش میں لگا رہتا ہے۔ کہ میں کامیاب ہو کر دوسروں سے گوے سبقت لے جاؤں اور باقی تمام حریف دیوالیہ ہو جائیں۔ پس خودی اور طمع سرمایہ داری کی عمارت کے بنیادی پتھر ہیں۔ جو ہر قسم کے اتفاق۔ یگانگت اور محبّت کے جانی دشمن ہیں۔ اب تلخ تجربہ نے ہم پر ظاہر کر دیا ہے۔ کہ مغرب کے زیر اثر مانچسٹر کے مدرسۂ اقتصادیات (Manchester School of Economics) نے جو سبز باغ ہم کو شروع شروع میں دکھائے تھے۔ اُن کی حقیقت اور وقعت سراب سے زیادہ نہیں ہے۔ اور ہندوستانی قوم ہرگز ترقی نہیں کر سکتی۔ اگر وہ معدودے چند خوشحال سرمایہ داروں پر اور بچانوے یا زیادہ فی صدی بھوکوں پر مشتمل ہوگی۔ جہاں سرمایہ دار فاقہ مستوں کو مخاطب کر کے کہیں ؎

غوغائے کارخانۂ آہنگری ز من	گلبانگِ ارغنونِ کلیسا از آنِ تو
نخلے کہ شہ خراج بر و می نہد ز من	باغِ بہشت و سدرہ و طوبا از آنِ تو
تلخابہ کہ دردِ سر آرد از آنِ من	صہبائے پاکِ آدم و حوّا از آنِ تو
مرغابی و تدرو و کبوتر از آنِ من	ظلِ ہُما و شہپرِ عنقا از آنِ تو
ایں خاک و آنچہ در شکم او۔ از آنِ من	وز خاک تا بہ عرشِ معلیٰ از آنِ تو

سرمایہ داری میں سرے سے یہ صلاحیت ہی نہیں۔ کہ دُنیا کی اچھی چیزوں اور نعمتوں کو محبت اور انصاف کے اصول کے مطابق تقسیم کرے۔ لیکن خُدا نے اس دُنیا کی نعمتیں سب کے لیے رکھی ہیں۔ اور اُس کا یہ ہرگز مطلب نہیں ہے۔ کہ ان نعمتوں کی تقسیم

موجودہ اقتصادی حالات کے مطابق خودی اور طمع کی بنا پر کی جائے۔

(۳)

فی زمانہ دُنیا میں رُوس ایک ایسا ملک ہے۔ جس میں اشتراکیت نے اپنی اقتصادیات کی بنیاد مقابلہ کی بجائے اتفاق۔ موالات اور کوآپریشن پر رکھ کر بیس سال کے اندر ایک عظیم پیمانے پر ایسا انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ جس کی نظیر تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ پس ہمارے ملک کے نوجوان خیال کرتے ہیں۔ کہ اگر ہندوستان میں بھی اشتراکیت کا بول بالا ہو جائے۔ تو ہمارے کُل اقتصادی مسائل حل ہو جائینگے۔ اس میں کچھ شک نہیں، کہ اشتراکیت کا سب سے زیادہ دلکش اور روشن پہلو یہی ہے۔ کہ اس نے اپنی اقتصادیات کی بنیاد کوآپریشن پر رکھی ہے لیکن کوئی صحیح العقل شخص اشتراکیت کے بدنما داغوں کی طرف سے اپنی آنکھیں بند نہیں کر سکتا۔ اشتراکیت سوسائٹی کے مختلف طبقوں میں منافرت کے جذبات پھیلاتی ہے۔ اور مزدوروں کی جماعت کو یہ تلقین کرتی ہے۔ کہ سرمایہ داروں کے وجود کو دُنیا سے نابود کر دیا جائے۔ علاوہ ازیں اشتراکیت کے پاس ایسے محرکات اور معلات نہیں، جن کے ذریعہ وہ لوگوں کو سرمایہ داری کی جانب سے ہٹا سکے، اور انسان کی خودی اور طمع پر غالب آ سکے۔ پس وہ اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے لوگوں کو مجبور کرتی ہے۔ کہ وہ اُس کے پروگرام پر عمل کریں۔ پس اشتراکیت خودی اور طمع کا قلع و قمع نہیں کر سکتی۔ کیونکہ ان کا تعلق غیر مادّی امور کے ساتھ ہے۔ جن کا اشتراکیت سرے سے انکار کرتی ہے۔ اشتراکیت تعدی۔ جبر و تشدد۔ قتل اور خون کے ہتھیاروں سے اپنا کام نکالتی ہے۔ اور آزادی کی دشمن ہے۔ مادّیت، الحاد اور لامذہبی اس کی بنیادیں ہیں۔ وقت کوتاہ و قصہ طولانی ورنہ رُوس کی گزشتہ بیس سالہ تاریخ سے ثابت کر دیا جاتا اس کا

ایک ایک ورق ان باتوں کی زندہ مثال ہے۔

(۴)

پس لازم ہے کہ ہندوستان کسی ایسے سیاسی اور اقتصادی، لائحۂ عمل کی تلاش کرے۔ جس میں اشتراکیت کی تمام خوبیاں موجود ہوں۔ لیکن اس کی برائیاں مفقود ہوں۔ مسیحی مذہب کا یہ دعوےٰ ہے کہ اس کے پاس اس قسم کا تعمیری پروگرام موجود ہے۔ جس کا نام مسیحی اصطلاح نے "خدا کی بادشاہت" رکھا ہے۔ اور وہ پروگرام روسی اشتراکیت کا جواب ہے۔ مسیحیت کا یہ دعوےٰ ہے۔ کہ یہ بادشاہت اٹل ہے۔ اور اس کا بادشاہ ازلی اور ابدی بے نظیر شخصیت کا مالک ہے۔ اور اس کا لائحۂ عمل ایک ایسا پروگرام ہے۔ جو عالمگیر ہے۔ یہ بادشاہت پروگرام کو مرتب کرتی ہے۔ اور اس کا بادشاہ لوگوں کو اس کے پروگرام پر عمل کرنے کی توفیق عطا کرتا ہے۔ آؤ۔ ہم چند لمحوں کے لئے دیکھیں کہ آیا مادہ پرست اور ملحدانہ اشتراکیت ہندوستان کی اقتصادی مشکلات کو حل کرے گی یا اس مبارک کام میں "خدا کی بادشاہت" کے اصول ہمارے راہنما ہونگے۔

(۵)

خدا کی بادشاہت کے بنیادی اصول یہ ہیں کہ خدا ہمارا باپ ہے۔ جو ہر فرد بشر سے ازلی اور ابدی محبت کرتا ہے۔ اور کل بنی نوع انسان، بلا لحاظ ذات، مذہب۔ نسل۔ رنگ۔ قوم اور ملک وغیرہ، ایک دوسرے کے بھائی، اور خدا کی بادشاہت کے ممبر ہیں۔ اس بادشاہت کے بانی کا ارشاد ہے۔ کہ "تمہارا باپ ایک ہی ہے۔ جو آسمان پر ہے۔ اور تم سب بھائی ہو" (متی ۲۳ : ۸ ، ۹)

یہ پہلا سبق ہے۔ کتاب ہدا کا کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا

اس مواخات کی وجہ سے ہر شخص پر یہ فرض عائد کر دیا گیا ہے کہ وہ دوسروں سے اس طرح محبت کرے جس طرح اپنے آپ سے محبّت کرتا ہے - ہر ایک شخص کو جو خدا کی بادشاہت کا ممبر ہے مساوی حقوق حاصل ہیں - پس خدا کی بادشاہت کا اصل الاصول محبّت ہے - اور اُخوّت و مساوات اس بادشاہت کے بُنیادی اصُول ہیں -

محبّت اُخُوّت اور مساوات کے اصول کا یہ تقاضا ہے - کہ دوسروں کے ساتھ وہی سلوک روا رکھا جائے - جو ہر انسان اپنے لئے چاہتا ہے - سچ پوچھو تو حقیقت یہ ہے - کہ اگر انسان محبّت کے اصول پر عمل کرے تو یہ جان لو کہ اُس نے تمام شریعت پر عمل کر لیا - چنانچہ انجیلِ جلیل میں ارشاد ہوُا ہے - کہ "آپس کی محبّت کے سوا کسی چیز میں کسی کے قرضدار نہ ہو - کیونکہ جو شخص دوسرے سے محبت رکھتا ہے - اُس نے شریعت پر پوُرا عمل کر لیا - کیونکہ جو احکام کہ زنا نہ کر - خون نہ کر - چوری نہ کر - لالچ نہ کر اور ان کے سوا اور جو کوئی حکم ہو - اُن سب کا خلاصہ اس بات میں پایا جاتا ہے - کہ اپنے ابنائے جنس سے اپنی مانند محبت رکھ - محبّت اپنے ابنائے جنس سے بدی نہیں کرتی - اس واسطے محبّت شریعت کی تعمیل و تکمیل ہے -" (روم ۱۳ باب) تمام حقوق العباد اسی زمرہ میں آجاتے ہیں - پس محبّت کا اصل الاصول جامع اور مانع ہے - جو تمام آئین و قوانین اور فقہ پر حاوی ہے -

؎ خلل پذیر بود ہر بنا کہ مے بینی
مگر بنائے محبّت کہ خالی از خلل است

یہ اصل انسان کے روزمرّہ کے فرائض کے ساتھ وابستہ

کیا گیا ہے۔ اور انسانی اخلاق کا نصب العین قرار دے دیا گیا ہے۔ پس خدا کی بادشاہت کے اس اصل نے ہر قسم کی درجہ بندی تفرق اور تمیز کو مٹا دیا اور جس بات کو اشتراکیت نے آج جبر اور تشدد کے ذریعہ حاصل کیا ہے۔ دو ہزار سال ہوئے کلمتہ اللہ نے محبت کے زرین اصل کے ذریعہ اُس کو حاصل کرنے کا راستہ دکھا دیا تھا۔

محبت کا اصل خودی کا عین نقیض ہے۔ محبت اور خودی اجتماع الضدین ہیں۔ جہاں محبت ہے۔ وہاں خودی نہیں ہو سکتی۔ اور جہاں خودی ہے۔ وہاں محبت موجود نہیں ہو سکتی کیونکہ محبت کا جوہر خود انکاری اور ایثار نفسی ہے۔ اسی طرح طمع اور محبت دونوں ایک دوسرے سے بیگانہ ہیں۔ کلمتہ اللہ نے سرمایہ داروں کو فرمایا کہ "کوئی شخص دو مالکوں کی خدمت نہیں کر سکتا کیونکہ یا تو وہ ایک سے عداوت رکھیگا۔ اور دوسرے سے محبت اور یا ایک سے ملا رہیگا اور دوسرے کو ناچیز جانے گا۔ تم خدا اور دولت دونوں کی خدمت نہیں کر سکتے"۔ (متی $\frac{6}{24}$) ابن اللہ نے طامع لوگوں کو فرمایا "خبردار ہر طرح کے لالچ سے اپنے آپ کو بچائے رکھو۔ کیونکہ کسی کی زندگی اس کے مال کی کثرت پر موقوف نہیں"۔ (لوقا $\frac{12}{15}$) کلمتہ اللہ کی نگاہ میں طمع گناہِ کبیرہ میں سے تھا۔ چنانچہ انجیلِ مقدس میں وارد ہوا ہے۔ کہ "لالچ بُت پرستی کے برابر ہے"۔ (کلسی $\frac{3}{5}$) یہی وجہ تھی کہ مالدار اور سرمایہ دار اشخاص کلمتہ اللہ اور آپ کے حوارئین سے کنارہ کش رہتے تھے۔

(۶)

پس کلمتہ اللہ کی تعلیم کے مطابق خدا کی بادشاہت کی بنیاد

کسی ایسے اصل پر مبنی نہیں ہو سکتی، جس کا تعلق، خودی اور طمع کے ساتھ ہو۔ پس اس بادشاہت کے اقتصادی نظام اور اصول تقابل اور Competition پر قائم نہیں ہو سکتے۔ بلکہ صرف کوآپریشن مولات اور محبت کے اصول پر ہی قائم ہو سکتے ہیں۔ ایسا کوآپریشن اشتراکیت کی طرح، جبر و تشدد۔ قتل اور خون کے ذریعہ معرض وجود میں نہیں آسکتا۔ بلکہ الٰہی محبت، اخوت، اور مساوات اس بادشاہت کی سیاسیات، اور اقتصادیات کی محرک اور بنیاد ہیں۔ پس خدا کی بادشاہت کے تصور میں، وہ عنصر جو اشتراکیت کا روشن پہلو ہے! بطرز احسن موجود ہے، اور وہ تمام عناصر، جو اشتراکیت پر بد نما دھبے ہیں۔ اس تصور سے کلیۃً غائب ہیں۔ اس بادشاہت میں، ملوکیت اور اشتراکیت کے بدترین عناصر یعنی جور و ظلم۔ تعدی اور استبداد۔ عقوبت و تعذیب۔ جدال و قتال کو دخل نہیں۔ کیونکہ اس کی اقتصادیات، محبت و شفقت۔ ہمدردی اور رحم۔ حق اور عدل۔ فروتنی انکساری اور خلق خدا کی خدمت پر قائم ہیں۔ پس اس بادشاہت کے ممبروں پر عداوت اور نزاع۔ کینہ اور حسد۔ غصہ اور شقاق۔ بغض اور قتل۔ مستی اور لہو و لعب ممنوع اور حرام ہیں۔ کیونکہ یہ سب باتیں اس کے اصول کے خلاف ہیں۔ لیکن محبت اور خوشی۔ اطمینان اور تحمل۔ نیکی اور ایمانداری۔ تواضع اور پرہیزگاری اس بادشاہت کے اصول کے، عملی نتائج ہیں۔ (گلتی ۵/۱۹)

پس کلمۃ اللہ نے، خدا کی بادشاہت کے قوانین کو ایک جامع اصل محبت کے ماتحت کر دیا اور مسیحیت نے، اپنے اقتصادی لائحۂ عمل کو اس جامع اصل کے ماتحت مرتب کیا ہے۔ اگر ہم اپنے

ابنائے جنس سے، اپنے برابر محبت کریں گے۔ تو افلاس اور غریبی کا خود بخود قلع و قمع ہو جائیگا۔ چنانچہ عبرانیوں کی انجیل میں، ایک واقعہ کا ذکر ہے۔ جو انجیل متی پر مبنی ہے۔ کہ" ایک دولتمند نے خُداوند مسیح کو کہا۔ اے آقا میں کیا کروں کہ زندگی حاصل کروں۔ آپ نے جواب دیا۔ میاں، شریعت اور صحائف انبیا پر عمل کر۔ اُس نے کہا کہ ان سب پر میں نے عمل کیا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ جا۔ جو کچھ تیرا ہے۔ بیچ کر غریبوں کو دے اور آ کر میرے پیچھے ہولے۔ اس پر وہ سرمایہ دار برہم ہو گیا۔ کیونکہ یہ بات اُس کی طبع پر ناگوار گزری۔ خُداوند مسیح نے اُس کو کہا، تو کس طرح کہہ سکتا ہے۔ کہ میں نے شریعت اور صحائفِ انبیا پر عمل کیا ہے۔ درآنحالیکہ شریعت میں لکھا ہے۔ کہ اپنے ابنائے جنس سے اپنی مانند محبت رکھ۔ دیکھ تیرے بہت سے بھائی، جو آلِ ابراہیم ہیں، چیتھڑوں میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور بھوکوں مر رہے ہیں اور تیرا گھر مال، اسباب اور سامانِ خورد و نوش سے بھرا پڑا ہے۔ اور اُس میں سے کچھ نہیں نکلتا"۔

(۷)

جب ابن اللہ مبعوث ہوئے، اور آپ نے خلق خُدا کو نجات کا پیغام دینا شروع کیا، تو ابتدا ہی میں پہلی بات جو آپ نے کی وہ یہ تھی۔ کہ آپ نے خدا کی بادشاہت کا پروگرام مرتب کیا۔ اور مرتے دم تک آپ اس لائحۂ عمل پر کار فرما رہے۔ آپ نے سبت کے روز جب خلقِ خُدا ناصرت کے عبادت خانہ میں جمع تھی۔ بھرے مجمع میں کھڑے ہو کر اپنی زبان معجز بیان سے فرمایا۔" خُدا نے مجھے مسیح کیا ہے۔ تاکہ غریبوں کو جن کو دولتمندوں نے پاؤں تلے

روند رکھا ہے۔ خوشخبری دوں۔ ان کو جو مجلسی اور سیاسی قیود کی زنجیروں میں حکڑے ہوئے ہیں، رستگاری بخشوں۔ ان کو جن کے بدن چور اور شکستہ ہیں، اور جن کے ماحول ناگفتہ بہ ہیں، شفا اور طاقت دوں۔ سپچلے ہوؤں کو آزاد کروں اور سب کو خدا کی بادشاہت کی بشارت دوں" (لوقا ۴ باب) اس پروگرام کا پہلا قدم غریبوں اور مفلسوں سے متعلق تھا۔ اور آپ نے بہ بانگِ بلند فرمایا کہ "مبارک ہیں وہ جو مفلس ہیں۔ کیونکہ خدا کی بادشاہت انہیں کی ہے" (متی ۵ باب) ابن اللہ اس دُنیا میں مبعوث ہو کر آئے تاکہ دُنیا کی کایا پلٹ دیں، اور ایک نیا آسمان اور نئی زمین، معرضِ وجود میں آجائے۔ اور یہ دُنیا خدا اور اس کے مسیح کی ہو جائے"۔ یا بالفاظِ دیگر خدا کی بادشاہت موجودہ دور کی جگہ لے لے۔ اس مقصد کو زیرِ نظر رکھ کر، خداوند مسیح نے اپنا لائحہ عمل تجویز فرمایا۔ تاکہ خدا کی بادشاہت، عالمگیر پیمانہ پر اس دُنیا میں ہمیشہ کے لئے قائم ہو جائے۔

(۸)
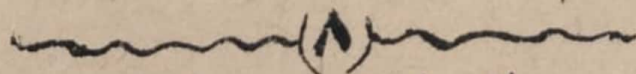
ابن اللہ نے اس پروگرام کی تفصیل کو تمثیلوں کے ذریعہ دُنیا کے ذہن نشین کر دیا اور سکھلایا کہ ہر شخص کی آمدنی اس کی ضروریات کے مطابق ہونی چاہئے۔ وقت کی کوتاہی کی وجہ سے میں صرف ایک تمثیل پر اکتفا کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ "آسمان کی بادشاہت اُس گھر کے مالک کی مانند ہے۔ جو سویرے نکلا، تاکہ اپنے انگوری باغ میں، مزدور لگائے۔ اور اُس نے مزدوروں سے ایک دینار روز ٹھہرا کر، اُن کو اپنے باغ میں بھیج دیا۔ پھر پہر دن چڑھے کے قریب نکل کر اس نے اوروں کو بازار میں بیکار کھڑے دیکھا

اور ان سے کہا تم بھی باغ میں چلے جاؤ - جو واجب ہے - تم کو دونگا - پس وہ چلے گئے - پھر اُس نے دوپہر اور تیسرے پہر کے قریب نکل کر ویسا ہی کیا اور کوئی ایک گھنٹہ دن رہے پھر نکل کر اوروں کو کھڑے پایا - اور ان سے کہا تم کیوں یہاں تمام دن بیکار کھڑے رہے - انہوں نے اس سے کہا - اس لئے کہ کسی نے ہم کو مزدوری پر نہیں لگایا - اُس نے اُن سے کہا تم بھی باغ میں چلے جاؤ - جب شام ہوئی تو باغ کے مالک نے اپنے کارندے سے کہا - کہ مزدوروں کو بُلا اور پچھلوں سے لے کر پہلوں تک ان کو مزدوری دے دے - جب وہ آئے جو گھنٹہ بھر دن رہے لگائے گئے تھے - تو ان کو ایک ایک دینار ملا - جب پہلے مزدور آئے تو انہوں نے یہ سمجھا کہ ہم کو زیادہ ملیگا - لیکن ان کو بھی ایک ہی دینار ملا - تب وہ گھر کے مالک سے یہ کہہ کر شکایت کرنے لگے کہ ان پچھلوں نے ایک ہی گھنٹہ کام کیا ہے - اور تُو نے ان کو ہمارے برابر کر دیا - جنہوں نے دن بھر کا بوجھ اُٹھایا - اور سخت دھوپ سہی - اُس نے جواب دیا - میاں میں تیرے ساتھ بے انصافی نہیں کرتا - کیا تیرا مجھ سے ایک دینار نہیں ٹھہرا تھا؟ جو تیرا ہے اُٹھا لے اور چلا جا - میری مرضی یہ ہے - کہ جتنا تجھے دیتا ہوں - اس پچھلے کو بھی اُتنا ہی دوں - کیا مجھے روا نہیں - کہ اپنے مال کو جو چاہوں سو کروں؟ (متی ۲۰ باب)

اس تمثیل میں ہم دیکھتے ہیں - کہ مالک کو بیکاروں سے ہمدردی تھی اور اُس نے ان کو پوری مزدوری دے دی - کیونکہ اگر وہ بیکار تھے - تو وہ اپنے کسی قصور کی وجہ سے بے کار نہ تھے - بلکہ محض اس لئے بیکار تھے - کہ ان کو کسی نے مزدوری پر نہ لگایا تھا - اور بے کاری کے زمانہ میں ان کی ضروریات، بدستور سابق تھیں - اور مالک نے ان کی ضروریات

کے مطابق ان کو مزدوری دی۔ دوسری بات جو اس تمثیل سے عیاں ہے، وہ یہ ہے کہ ہر مزدور کے حقوق مساویانہ ہیں۔ مالک نے کہا کہ "میری مرضی یہ ہے کہ جتنا تجھے دیتا ہوں، اس پچھلے کو بھی اُتنا ہی دُوں"۔ پس خُدا کی مرضی یہ ہے کہ اس دُنیا کی نعمتوں کی تقسیم میں سب مزدوروں کے حقوق مساویانہ ہوں۔ اور ہر شخص کو ان کی ضروریات کے مطابق انصاف سے بانٹا جائے۔ لیکن جس طرح اس تمثیل میں دیگر مزدوروں نے مالک کی منصفانہ تقسیم پر اعتراض کیا۔ اسی طرح فی زمانہ سرمایہ دار غربا کے حقوق تلف کرنے پر آمادہ رہتے ہیں۔ اور نہیں چاہتے کہ ان کی حاجتوں اور ضرورتوں کے مطابق ان کی آمدنی ہو۔ لیکن خُدا کی مرضی یہ ہے کہ ہر طرح کا غیر مساویانہ سلوک جو فطرت پر مبنی نہیں۔ خُدا کی بادشاہت میں سے خارج کر دیا جائے۔ کیونکہ یہ باتیں موجودہ طرزِ معاشرت نے سوسائٹی میں داخل کر دی ہیں۔ لیکن وہ فطرت کے خلاف ہیں۔ خُدا کی بادشاہت کا طرزِ معاشرت ایسا ہے۔ جس میں ہر انسانی بچے کے لئے جو دُنیا میں پیدا ہوتا ہے یہ ممکن ہو سکے کہ وہ دوسروں کی طرح اپنے فطری قوا کے استعمال سے اعلےٰ ترین زینہ پر پہنچ سکے۔ پس خُدا کی بادشاہت میں وہ دیواریں جو موجودہ سوسائٹی نے مختلف انسانوں کے درمیان حائل کر رکھی ہیں۔ مسمار کر دی جائینگی۔ اور ہر انسان کے بچے کو مساوی موقعہ دیا جائیگا۔ تاکہ اس کے مختلف فطری قوا مناسب ماحول میں نشوونما پا کر بنی نوعِ انسان کی ترقی کا موجب بنیں۔

ایک اور تمثیل کے ذریعہ (متی ۲۵ باب) کلمتہ اللہ نے ہم کو یہ سبق سکھلایا ہے۔ کہ جس شخص کو خُدا نے اعلیٰ پیمانہ پر فطری قواد عطا کئے ہیں۔ اس سے خُدا کی بادشاہت میں یہ اُمید کی جائیگی۔

کہ وہ ان قوا کو اس طور پر استعمال کرے کہ وہ قوا خُدا کی بادشاہت کے قیام اور اس کے ممبروں کی ترقی کا باعث ہوں۔ پس ان دونوں تمثیلوں سے ہم یہ اخذ کرتے ہیں۔ کہ مسیحیت کی اقتصادیات ان دو قوانین پر منحصر ہیں۔ کہ **اوّل**۔ مال کی فراوانی کے بہم پہنچانے میں ہر شخص اپنی اپنی لیاقت کے اندازے کے مطابق کام کرے تاکہ نوع انسانی مرفہ الحال ہو جائے۔ اور **دوم**۔ مال کی تقسیم کے وقت ہر شخص کو اس کی ضروریات کے مطابق بانٹا جائے۔ ان اقتصادی قوانین پر عمل کرنے سے اعلیٰ لیاقت کے انسان اپنے قوا کو اپنی ذاتی اغراض اور منفعت کی تحصیل کی خاطر استعمال نہیں کرینگے۔ بلکہ اُن کے قوا نوع انسانی کی ترقی اور خوشحالی کے لئے استعمال ہونگے۔ خدا کی بادشاہت میں اعلیٰ لیاقت کا شخص سیم و زر میں اور ادنیٰ لیاقت کا شخص خاک و خاشاک میں لیٹتا نظر نہیں آئیگا۔ بلکہ اعلےٰ اور ادنیٰ لیاقت کے انسان اپنی اپنی قابلیتوں کو بنی نوع انسان کی مرفہ الحالی میں خرچ کرینگے۔ تاکہ ان لیاقتوں کے مجموعی نتائج اور ثمرات سے ہر شخص کا گھر پھلے اور پھولے۔

(۹)

تاریخ کلیسیا میں ایسا زمانہ بھی گزرا ہے۔ جب خُدا کی بادشاہت کے مذکورہ بالا اقتصادی اصولوں پر عمل بھی کیا گیا۔ اور اس تجربہ نے یہ ثابت کر دیا کہ یہ اصول محض کتابی اصول ہی نہیں۔ بلکہ وہ عملی اصول بھی ہیں۔ چنانچہ جب ابن اللہ نے اس دُنیا سے صعود فرمایا۔ تو تاریخ میں لکھا ہے کہ "سب ایماندار ایک جگہ رہتے تھے۔ اور ساری چیزوں میں شریک تھے۔ اور اپنی جائداد اور املاک و اموال کو فروخت کر کے ہر ایک کی ضرورت کے موافق تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ اور ہر

روزیکدل ہو کر جمع ہوا کرتے تھے۔ اور خُدا کی حمد کرتے اور سب لوگوں کو عزیز تھے ... اور مومنین کی جماعت ایک دل اور ایک جان تھی۔ یہانتک کہ کوئی شخص بھی اپنے مال کو اپنی ملکیّت نہ سمجھتا تھا۔ بلکہ ان کی سب چیزیں مشترک تھیں۔ اور ان سب پر فیض عظیم تھا۔ کیونکہ اس گروہ میں سے ایک شخص بھی محتاج نہ تھا۔ اس لئے کہ جو سرمایہ دار زمینوں یا گھروں کے مالک تھے۔ وہ ان کو بیچ بیچ کر فروخت کردہ چیزوں کی قیمت لاکر رسولوں کے قدموں میں ڈال دیتے تھے۔ پھر ہر ایک کو اس کی ضرورت اور احتیاج کے مطابق بانٹ دیا جاتا تھا (اعمال الرسل ۲ باب ۴ ۵ باب)

یہ اشتراکیت مسیحی اصول اقتصادیات کا نتیجہ تھی۔ لیکن اس قسم کی اشتراکیت میں اور روسی اشتراکیت میں بُعد المشرقین ہے۔ کیونکہ اول۔ اس اشتراکیت کی بُنیاد مادیّت۔ دہریت اور الحاد کی بجائے روحانیت اور خُدا کی محبت پر قائم تھی۔ دوم۔ یہ اشتراکیت محبت پر مبنی تھی۔ نہ کہ جبرا در تشدد پر۔ کسی شخص کو مجبور نہیں کیا جاتا تھا۔ کہ وہ اپنے املاک واموال کو فروخت کرکے ہر ایک کی ضرورت کے مطابق سب میں تقسیم کردے۔ سوم۔ اس اشتراکیت کے قیام کا طریقہ یہ نہیں تھا۔ کہ سرمایہ داروں کے خلاف منافرت کے جذبات مشتعل کئے جائیں۔ تاکہ مزدوروں کی جماعت اور سرمایہ داروں کے طبقہ میں تصادم اور جنگ اشتراکیت کا پیش خیمہ ہوں۔ بلکہ سرمایہ داروں نے ازراہِ محبّت اپنے بھائیوں کی حاجتوں کو رفع کرنے کے لئے خود بخوشی خاطر اپنا مال واسباب فروخت کرکے سب چیزوں کو مشترک بنادیا تھا۔

اس قسم کی اشتراکیت اوائل مسیحی صدیوں میں قائم رہی۔ چنانچہ

برنباس کے خط (سنہ ۷۰ء تا سنہ ۱۱۰ء) میں ہے "تو اپنی تمام چیزیں، اپنے ہم جنسوں کے ساتھ مشترک رکھ اور اپنے کسی مال کو اپنی ذاتی ملکیت نہ سمجھ۔ جسٹن شہید اور طرطولیان (سنہ ۱۱۰ء تا سنہ ۱۸۰ء) غیر مسیحی بُت پرست سرمایہ داروں کو کہتے ہیں کہ "ہم مسیحی، سب چیزوں کو مشترک رکھتے ہیں"۔ پطرس کے مَوعظات (دوسری صدی) میں مرقوم ہے۔ کہ "اے سرمایہ دارو! یاد رکھو، کہ تمہارا فرض ہے کہ دوسروں کی خدمت کرو۔ کیونکہ تمہارے پاس، تمہاری ضروریات سے کہیں زیادہ چیزیں موجود ہیں۔ یاد رکھو کہ جو چیزیں تمہارے پاس فراوانی میں موجود ہیں، وہ دوسروں کے پاس نہیں ہیں۔ پس وہ چیزیں اُن کو دیدو۔ کیونکہ ان کا حق رکھنا تمہارے لئے شرم کا باعث ہے۔ خُدا کے انصاف اور محبّت کی پیروی کرو۔ تو تمہاری جماعت میں ایک شخص بھی محتاج نہیں رہیگا"۔ چوتھی صدی میں مقدس اغسطین کہتا ہے۔ کہ "ذاتی ملکیت رکھنا، ایک غیر فطرتی حرکت ہے۔ کیونکہ اس کی وجہ سے دُنیا میں حسد۔ کینہ۔ بُغض۔ عناد۔ جنگ و جدال۔ گناہ اور کُشت و خون واقع ہوتے ہیں"۔ بشپ کلیمنٹس اول کہتا ہے "تمام دنیا کی چیزیں سب کے استعمال کے لئے مشترک ہونی چاہئیں۔ کسی کو یہ نہیں کہنا چاہئے۔ کہ یہ شے میری ہے۔ وہ چیز تیری ہے۔ اور فلاں چیز اس کی ہے۔ کیونکہ اسی سے انسانوں میں جدائیاں اور عداوتیں پڑتی ہیں"۔

(۱۰)

پس ہندوستان کی پیچیدہ مالی مشکلات، اور گنجیدہ اقتصادی مسائل کو سلجھانے کا واحد ذریعہ مسیحیت کے بانی کے پاس ہے۔ کلمتہ اللہ نے خدا کی بادشاہت کے تصوّر کے ذریعہ ایک ایسا لائحہ عمل ہندوستان کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ جس کا اصل الاصول محبّت ہے، اور اُس

کی علتِ غائی یہ ہے۔ کہ ہر قسم کی خودی اور طمع کا استیصال کر دیا جائے۔ تاکہ اُن کی بجائے ایثار نفسی اور ہمدردی۔ حق اور عدل کا بول بالا ہو اور ہر طرح کی درجہ بندی، تفریق اور تمیز کو بیخ و بُن سے اُکھاڑ پھینکا جائے۔ تاکہ اُن کی جگہ محبّت اُخوّت اور مساوات قائم ہوں۔ ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے مسیحیت کے پاس محرکات بھی موجود ہیں۔ اس بادشاہت کا لائحہ عمل اس بنا پر مرتب کیا گیا ہے۔ کہ ہر شخص کوآپریشن (امداد باہمی) کے اصولوں کے ماتحت اپنی لیاقت کے اندازہ کے مطابق کام کرے۔ تاکہ نوع انسانی مرفّہ الحال ہو جائے اور ہر ایک شخص کے لئے اُس کی حاجتوں کے مطابق ضروریاتِ زندگی مہیّا ہو سکیں۔ اور اس دُنیا میں کوئی فردِ بشر محتاج نہ رہے۔ اور موجودہ معاشرت کی جگہ خُدا کی بادشاہت قائم ہو جائے جس کی نسبت ہر شخص کہہ سکے کہ

ع ایں زمیں را آسمانے دیگر است

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں چھپوا کر پروفیسر سراج الدین پرنٹر و پبلشر نے دفتر اُخوت نمبر ۴ وارث روڈ لاہور سے شائع ہوا

اُٹھائے جلنے کا لرزہ خیز بیان - نہایت
دلچسپ - حال ہی میں چھپی ہے - قیمت ۱۲/

ذکرِ مصلوب مصنفہ منّت - تصلیبِ مسیح پر مسدس نہایت
عالمانہ نظم قیمت ۴/

مقرّرہ وقت از بریگیڈیر جنرل ایف ڈی - فراسٹ
آمدِ ثانی اور آخری زمانہ کے پُرآشوب
حالات کا ایک لاثانی اور دلچسپ مرقع ۴/

دُرِ حکمت سادھو سُندر سنگھ صاحب کے چند مضامین کا مجموعہ قیمت ۴/

راجہ کا خواب از - اے - ایل - او ای - نیا ترجمہ قیمت ۱/

آمدِ ثانی ایک ٹریکٹ از جناب ہر صاحب جیبی سائز - قیمت ۱/

فتحمند زندگی از جناب ایل - بی - فلیچر صاحب جیبی سائز ۱/

خُفیہ شاگرد - اُن لوگوں کے لئے جو
دل میں تو مسیحی ہیں - لیکن علانیہ طور
پر شامل کلیسیا ہونے سے ہچکچاتے ہیں -
نہایت مدلل ٹریکٹ صہ ۱۶ قیمت ۶ پائی

ایک مُسلم کیوں مسیحی ہُوا؟ پادری ایم ایچ
انصاری بی - اے کے ترک اسلام کی کیفیت
صہ ۳۲ - قیمت ۶ پائی

ایک ہندو کیوں مسیحی ہُوا؟ مسٹر لال
موہن ٹپنائک بی - اے - ایل - ایل - بی کے
مشرف بہ مسیحیت ہونے کا بیان صہ ۳۲ قیمت ۶ پائی

ایک برہمن سنیاسی کیوں مسیحی ہُوا؟
مہاراشٹر کے قومی شاعر نارائن وامن تلک
کے مسیحی ہونے کا حال صہ ۳۲ قیمت ۶ پائی

فریادِ منتظر مسدس از جناب مولوی صفدر علی صاحب
صفدر مرحوم - جلی خط - قیمت ۱/ ۶ پائی

ملنے کا پتہ

پنجاب ریلجس بک سوسائٹی - انارکلی لاہور

مرزا محمود دین گیلانی پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام ایف - بجم الدین سیکرٹری اُخوت اندریا سیمہ چھپ کر شائع ہوا